انشورنس اور مغربی ممالک

خالد سیف اللہ رحمانی

اس میں شبہ نہیں کہ موجودہ صنعتی عہد میں خطرات کی کثرت کی وجہ سے انشورنس ایک ضرورت بن گئی ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان خطرات میں ہونے والے نقصانات کی تلافی کے لئے اسلامی تعلیمات کے دائرہ میں رہتے ہوئے ایسا نظامِ تکافل قائم کیا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد تبرع اور تعاون پر ہو، جس کا مقصد مالی منافع کا حاصل کرنا نہ ہو اور ایک حد تک دنیا کے مختلف ملکوں میں اس کا عملی تجربہ بھی کیا جا رہا ہے؛ لیکن بدقسمتی سے جن لوگوں کے ہاتھوں انشورنس کے نظام کی تشکیل ہوئی ہے، وہ مذہبی مسلمات اور اخلاقی اقدار پر یقین نہیں رکھتے ہیں اور ان کا اصل مذہب مادیت پرستی ہے؛ اس لئے انشورنس کا مروجہ نظام جمہور فقہاء عالم اسلام و ہند کے نزدیک ربا اور قمار پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، گو بعض اہل علم کا رجحان اس کے جواز کی طرف ہے اور اس نقطۂ نظر کے حاملین میں عالم اسلام کے ممتاز فقیہ شیخ مصطفیٰ زرقاءؒ اور ہندوستان کے اہل علم میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا نام خصوصیت سے قابل ذکر ہے؛ لیکن اُمت کے سوادِ اعظم کے نزدیک یہ بات قابل قبول نہیں ہے؛ البتہ اگر ملکی قانون کے تحت انسان کسی کام پر مجبور ہو، تو ظاہر ہے کہ وہ فعل اس کے لئے دائرۂ جواز میں آجاتا ہے؛ کیوں کہ حالت اختیار کے احکام اور اختیار سے محروم ہونے کی حالت کے احکام یکساں نہیں ہوتے اور شریعت میں اس کی رعایت ملحوظ رکھی گئی — اس لئے :

> (الف) اگر گاڑیوں اور گھروں کے لئے حکومت کی جانب سے انشورنس کو لازم قرار دیا گیا ہو، تو انشورنس کرانے کی گنجائش ہوگی اور اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو پالیسی لینے کے بعد سے اب تک جتنی رقم اس نے جمع کی ہے، وہ تو اس کے لئے جائز ہوگی اور بقیہ رقم کو بلانیت ثواب صدقہ کردینا واجب ہوگا، نیز اس کے لئے یہ بھی گنجائش ہے کہ اس رقم کو محفوظ کر کے انشورنس کی آئندہ قسطیں اس رقم میں سے ادا کرتا جائے — جو رقم اس نے جمع کی تھی، اتنی رقم اس کے لئے اس لئے جائز ہوگی کہ وہ خود اس کی جمع کی ہوئی حلال رقم ہے، زائد رقم کو صدقہ کردینا اس لئے واجب ہے کہ مالِ حرام

اگر مالک کو لوٹایا نہ جاسکتا ہو، تو اس کا حکم یہی ہے کہ اسے صدقہ کردیا جائے، اجر وثواب کی نیت اس لئے نہیں کرنی چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**لا صدقة من غلول**''۔(۱)

—— اور بچی ہوئی رقم محفوظ کرکے اس سے قسطیں ادا کرنا اس لئے درست ہے کہ یہ مالِ حرام کو صاحب مال کی طرف واپس لوٹانا ہے اور مالِ حرام کا فقہاء نے یہی حکم لکھا ہے۔

(ب) جن ملکوں میں میڈیکل انشورنس کو تمام لوگوں یا کسی خاص پیشہ سے جڑے ہوئے لوگوں کے لئے لازم قرار دیا گیا ہو، ظاہر ہے کہ ان کے لئے انشورنس کرانا قانونی مجبوری کے تحت جائز ہوگا، اب اگر وہ صاحب استطاعت ہوں اور خود اپنا علاج کراسکتے ہوں، ان کے لئے تو انشورنس کلیم کی صورت میں اتنی ہی رقم جائز ہوگی، جو انھوں نے خود جمع کی تھی، باقی رقم سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہوگا اور ضروری ہوگا کہ اسے بلانیت ثواب صدقہ کردیں اور اگر وہ خود اپنا علاج کرانے سے قاصر ہوں، نہ نقد رقم ہو نہ کوئی ایسا سامان ہو، جسے بیچ کر علاج کراسکے، کوئی اور شخص بھی علاج کی ذمہ داری قبول کرنے اور اس میں تعاون کرنے کو تیار نہ ہو تو ایسی انتہائی مجبوری کی صورت میں اس زائد رقم سے بھی علاج کے لئے استفادہ کرنا جائز ہوگا۔

(ج) سنا گیا ہے کہ بہت سے مغربی ملکوں میں علاج اس قدر گراں ہے کہ متوسط آمدنی کے حامل کے لوگوں کی گنجائش سے بھی باہر ہے اور ظاہر ہے کہ علاج ایک ضرورت ہے؛ اس لئے ایسے ملکوں میں ان لوگوں کے لئے میڈیکل انشورنس کرانا اور علاج کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا، جن کی آمدنی قلیل ہو، خاص کر ایسی حالت میں کہ وہ کسی کثیر اخراجات طلب بیماری میں مبتلا بھی ہوں، جیسا کہ فقہ کا مشہور قاعدہ ہے: ''**الضرورات تبيح المحظورات**'' —— البتہ اس سلسلے میں ہر آدمی کے لئے اپنے طور پر فیصلہ کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ بلکہ جو شخص مبتلی بہ ہے، اسے چاہئے کہ کسی معتبر ومستند مفتی کے سامنے اپنے احوال رکھ کر اس کے فتویٰ پر عمل کرے۔

(۱) ترمذی، أبواب الطهارة، باب ماجاء لا تقبل صلاة بغير طهور، حدیث نمبر:۱۔

(د) اگر گاڑی کا انشورنس کرایا جائے اور یہ انشورنس اس شخص سے متعلق ہو، جسے ایکسیڈنیٹ سے نقصان پہنچے، تو چوں کہ ایکسیڈینٹ میں بڑی رقمیں ادا کرنی پڑتی ہیں، جو بعض اوقات متوسط آمدنی کے لوگوں کے لئے دشوار ہوتی ہیں؛ اس لئے اگر کوئی شخص ایسے واقعے سے دوچار ہو اور قانون کے تحت جو جرمانہ اس پر عائد ہوتا ہو، وہ اس کے ادا کرنے کی گنجائش نہیں رکھتا ہو، تو اس کے لئے انشورنس کی اس رقم سے استفادہ کرنا اور کمپنی سے متاثرہ شخص کو ہرجانہ دلانے کی گنجائش ہے؛ البتہ جو لوگ صاحب استطاعت ہوں اور وہ جرمانہ ادا کر سکتے ہوں، ان کے لئے کمپنی کی رقم سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(ہ) اس کے علاوہ انشورنس کی جو صورتیں ہیں، جیسے آگ کے حادثہ وغیرہ کے لئے احتیاطی انشورنس، قرض، بیمہ، جائدادواشیاء کا بیمہ، یہ تمام صورتیں جائز نہیں ہیں۔

اس بات کا تذکرہ مناسب ہوگا کہ ہندوستان کے علماء — جیسا کہ مذکور ہوا، — انشورنس کو ناجائز قرار دیتے ہیں؛ لیکن ملکی حالات کے پس منظر میں عام طور پر علماء نے فرقہ وارانہ فسادات کے نقصان کی تلافی کے لئے جان و مال کے انشورنس کی اجازت دی ہے؛ کیوں کہ ایسے مواقع پر مسلمانوں کو جانتے بوجھتے نقصان پہنچایا جاتا ہے اور حکومت — جس کے فرائض میں عوام کے جان و مال کی حفاظت بھی ہے — اپنی ذمہ داری سے پہلوتہی کرتی ہے؛ بلکہ بعض اوقات مفسدین کے لئے تقویت کا باعث بنتی ہے؛ چنانچہ مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ، ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیت علماء ہند اور اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا نے اس سلسلے میں تجویزیں منظور کی ہیں اور اکابر ارباب افتاء مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۰/۱٦) مفتی نظام الدین اعظمی (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۲۵۱/۲) اور مفتی عبدالرحیم لاجپوری (فتاویٰ رحیمیہ: ۲۷/۹) وغیرہ کے فتاویٰ اس سلسلے میں موجود ہیں، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ حضرات انشورنس کو اُصولی طور پر ناجائز سمجھنے کے باوجود ضرورت کے مواقع پر اس کی گنجائش کے قائل ہیں۔

انشورنس کے جواز کے سلسلے میں اہل علم کا نقطۂ نظر اور تعاونی انشورنس یا تکافل کے مسائل پر میں نے اس لئے گفتگو نہیں کی کہ اس پر عربی، اُردو اور دوسری زبانوں میں تفصیلی کتابیں آچکی ہیں اور اہل علم اس سے واقف ہیں، ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان اپنے طور پر نظامِ تکافل قائم کریں، جو اسلامی اُصولوں کے دائرہ میں ہو، جس کی بنیاد تبرع اور وقف پر ہو اور یہ موجودہ زمانے کی مشکلات کو حل کر سکتا ہو؛ کیوں کہ جب تک حرام کا حلال متبادل موجود نہ ہو، لوگوں کو حرام سے بچایا نہیں جا سکتا۔ وباللہ التوفیق .

○ ○ ○